eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

ڈاکٹر عاصمہ رانی / ڈاکٹر اقصیٰ نسیم سندھو
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونی ورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر صدف نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج وومن یونی ورسٹی، فیصل آباد

Dr. Aasma Rani/ Dr. Aqsa Naseem Sindhu **Email:** aasma.rani@gscwu.edu.pk
Assistant Professor, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.
Dr. Sadaf Naqvi **Email:** sadafnaqvi@gcwuf.edu.pk
Assistant Professor, Govt. College Women University, Faisalabad.

اُردو اور پنجابی کے باہمی تراجم: روایت و اہمیت

MUTUAL TRANSLATIONS OF URDU AND PUNJABI

Tradition and Importance

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i01.91

ABSTRACT

Human being uses language to convey their messages, emotions, feelings, observations and experiences to others. For this, language was used as spoken and written language, and different languages came into existence due to geographical boundaries and linguistic groups. And for those who know one language, commonly it is not possible to know another language. Human emotions and feelings are expressed in one language in speech or writing which the other language knower is generally unable to understand. Thus there was a need to translate this expression into another language which was called Translation. This Tradition of translation is also found in the Urdu language, Urdu is also influenced by international and regional languages and it has also had its effects on these languages that are why there is a wide and coherent series of translations of international literature into Urdu and Urdu literature into foreign languages. On the other hand, there is a strong tradition of Urdu translations of regional languages such as Sindhi, Seraiki, Pashto, Balouchi, Brahui and Punjabi literature, and a well-built tradition of translation from Urdu literature into these regional languages. In this article, we will discuss the tradition and importance of Urdu to Punjabi and Punjabi to Urdu translations.

KEYWORDS
Mutual Translation, Human Being, Messages, Emotions, Feelings, Observations Experiences, Art of Translation, Tradition, Importance, Urdu, Punjabi

Received: 10-May-22
Accepted: 15-Jun-22
Online: 30-Jun-22

انسان نے اپنے پیغامات، جذبات، احساسات، مشاہدات اور تجربات دوسروں تک پہنچانے کے لئے زبان کا سہارا لیا۔ جس کے لیے زبان کو بطور رابطے کی زبان یعنی بولی اور تحریری زبان کے طور پر استعمال کیا. جغرافیائی حدبندیوں اور لسانی گروہوں کی بنا پر الگ الگ زبانیں وجود میں آئیں اور عام طور پر ایک زبان کے جاننے والے کے لیے دوسری زبان سے واقفیت ممکن نہ رہی۔ انسانی جذبات، احساسات اور تجربات کا اظہار کسی ایک زبان میں تقریری یا تحریری صورت میں ہوتا ہے. جسے دوسری زبان جاننے والے عموماً سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس اظہار کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت پیش آئی. جسے ترجمے کا نام دیا گیا۔ ترجمہ کی یہ روایت ہمیں اردو زبان میں ملتی ہے. اردو زبان جس پر غیر ملکی زبانوں کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کے اثرات بھی ہیں اور اردو زبان نے بھی علاقائی زبان پر مثبت اثرات مرتب کئے۔

. یہی وجہ ہے کہ نہ صرف بین الاقوامی ادب کے اردو زبان میں تراجم ہوئے بلکہ اردو ادب میں غیر ملکی زبانوں کی تصانیف کے تراجم کا ایک وسیع اور مربوط سلسلہ ملتا ہے۔ اسی طرح علاقائی زبانوں یعنی بلوچی، سندھی، پشتو، براہوی، سرائیکی اور پنجابی زبان کی تصانیف کے اردو میں تراجم اور اردو سے ان علاقائی زبانوں میں تراجم کی مضبوط روایت بھی نظر آتی ہے۔ اردو سے پنجابی میں ترجمہ کی گئیں اہم تصانیف میں علم الاقتصاد، بالِ جبریل، شکوہ، جواب شکوہ اقبال کی طویل نظمیں، مسدس حالی، غزلیاتِ غالب، احمد فراز کا کلام جبکہ پنجابی سے اردو تراجم میں صوفی شعرا کا کلام، قصہ ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہیوال وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان تراجم پر گفتگو کرتے ہوئے اس مضمون میں ہم اردو اور پنجابی کے باہمی تراجم کی روایت اور اہمیت کا جائزہ لیں گے۔

ترجمے کا فن ایک قدیم فن ہے۔ جس کی روایت تقریباً دُنیا کی تمام زبانوں اور علوم میں پائی جاتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں تیرھویں اور اٹھارویں صدی تک عربی، سنسکرت، فارسی اور دیگر علاقائی زبانوں سے اُردو میں تراجم کا آغاز ہو چکا تھا لیکن یہ ترجمے باقاعدہ ترجمے نہیں تھے بلکہ کتابوں کی تلخیص یا آزاد ترجمے ہوتے تھے۔ ان ترجموں کے لیے ترجمہ نگاری کے اصولوں کی پابندی بھی نہیں کی گئی تھی۔ اب تک جتنے تراجم ہوئے وہ انفرادی کوششوں کا نتیجہ تھے ایسے میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا جس نے منظم اور باقاعدہ طریقے سے سنسکرت، عربی اور فارسی سے اُردو تراجم کا آغاز کیا۔ فورٹ ولیم کالج کے علاوہ ترجمہ نگاری کی فروغ میں دہلی کالج، دارالترجمہ عثمانیہ، سرسید کی سائنٹیفک سوسائٹی، مدرسہ غازی پور، دارالمصنفین اور انجمن پنجاب لاہور نے اُردو تراجم میں اہم کردار ادا کیا۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی وغیرہ سے اُردو میں تراجم کا مضبوط اور وسیع سلسلہ موجود ہے وہیں پر علاقائی زبانوں کی تصانیف کا بھی اُردو میں تراجم کی روایت نظر آتی ہے۔

> اس سلسلے میں اگر ہم پنجابی سے اُردو میں ترجمہ نگاری کی روایت کو دیکھیں تو اس حوالے سے سب سے پہلا ترجمہ امیہ آری گرنتھ کا اُردو منظوم ترجمہ 1926ء میں "وردِ حق" کے عنوان سے کیا گیا۔ اس کے بعد مولوی اسماعیل کا ترجمہ "شش کلمہ با معنی" جس میں اسلامی ہدایات کے حوالے سے مواد ہے۔(1)

علامہ اقبال کے کلام کا سب سے پہلا منظوم پنجابی ترجمہ "فضل احمد فاروقی" نے "پنجابی شکوہ" کے عنوان سے کیا۔ جو پہلی بار 1918ء میں پرنٹنگ پریس ہوشیار پور اور دوسری بار 1964ء میں پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی۔

اصل متن: کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
فکر فردا نہ کروں، محو غم دوش رہوں
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

ترجمہ: کیوں کر دا سودا ایتھے گھاٹیاں دا نفع والی گلوں بھلن ہار ہو واں
دیواں فکر وسار کل آونے دا سدا پچھلیاں غماں دا یار ہو واں
سناں سدا میں کوئل دے کوکنے نوں اوہدی صدا تے مست اک بار ہو واں
میں بھی پھُلاں دے وانگ چپ چاپ ناہیں دیواں چپ نوں تُرہشیار ہو واں (2)

1967ء میں عبد المجید بھٹی نے "ابیات سلطان باہو" کے عنوان سے سلطان باہو کی ابیات کا اُردو منظوم ترجمہ کیا جسے انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا۔

اصل متن: ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواجہ خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال انھیرے متاں لبھے دست کھڑاتی ہو
مرن تھیں مر رہے اگے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

ترجمہ: اپنا تن اللہ کا حجرہ دیکھ ذرا من مندر ہو
نہ کر خضر کی منت آب بقا ہے تیرے اندر ہو
شاید مقصد پائے شوق سے روشن کر من مندر ہو
موت سے پہلے مریں باہو تو راز ہے اپنے اندر ہو (3)

عبد المجید بھٹی نے بابا فرید کے کلام کا "منظوم اردو ترجمہ کلام بابا فرید" کے عنوان سے کیا۔ جو 1969ء میں پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوا۔

اصل متن: ویکھ فریدا جے تھیاں شکر ہوئی وس
سائیں باجھوں اپنے ویدن کہے کس

ترجمہ: دیکھ فرید شکر میں مل جاتا ہے اگر زہر
اپنے سائیں سوا اظہار اس کا نہ کسی سے کر (4)

عبد المجید بھٹی نے ہی بابا بلھے شاہ کی قافیوں کا منظوم ترجمہ "کافیاں بلھے شاہ" کیا جسے 1975ء میں لوک ورثہ اسلام آباد نے شائع کیا۔

خلیل آتش نے علامہ اقبال کی طویل منتخب نظمیں شکوہ، جواب شکوہ، والدہ مرحومہ کی یاد میں، تصویر درد، پیام طلوع اسلام، شمع و شاعر ، خضرِ راہ، ذوق و شوق اور مسجد قرطبہ کا پنجابی ترجمہ کیا۔ جسے بزم اقبال لاہور نے 1977ء میں شائع کیا تھا۔ اقبال کی نظم "تصویر درد" سے مثال ملاحظہ کیجیے:

اصل متن:

نہیں منت کش تاب شنیدن داستان میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں توں بات کرنے کو ترسی ہے زباں میری

ترجمہ:

نہیں احسان سنن دالیندی اُچ کہانی میری
چپ چ میریاں گلاں لکیاں جبیھ اے گنگی ڈھیری
تیری پرھیا اندر لگا کیسا منہ نوں تالا
ڈاہڈا ترس رہیا ای ایتھے گلاں دسن والا　(5)

پنجاب کے صوفی شاعر علی حیدر کے کلام کا اُردو ترجمہ کرنے والوں میں اہم نام شفقت تنویر مرزا کا ہے۔ جنہوں نے علی حیدر کے کلام کا ترجمہ "کُوک" کے نام سے 1980ء میں کیا جو لوک ورثہ اسلام آباد سے شائع ہوا۔

اصل متن:

دل دا محرم رانجھا میںڈا اکھوں میں کوک سناوناای
آلباں دے اُتے جند کھلوتی آپیاریا جے آوناای
عمر و یہائی کانگ اُڈیندیاں اوڑک پھیرا پاوناای
حیدر دے سبنیوڑا میںڈا جو سوہنا مکھ وکھاوناای

ترجمہ:

دل کا محرم رانجھا ہے پھر کس کو کوک سنانا ہے
آئے لبوں پر سانس مرے آ یار تجھے گر آنا ہے
کاگ اڑاتے عمر گزر گئی آجاؤ اب جو آنا ہے
اب آؤ مکھ دکھلا جاؤ یہ پیام میرا پہچانا ہے (6)

شاہ مراد کے پنجابی کلام کا اُردو ترجمہ ماجد صدیقی نے 1980ء میں کیا۔ جو لوک ورثہ قومی ادارہ اسلام آباد سے چھپی۔

اصل متن: خداوند املا مینوں سجن اتنا اڈیکاں کیوں
اڈیکاں میں گناں تارے تے سر نوں لائیاں لیکاں کیوں

ترجمہ: ملا خدایا مجھے بھی ساجن یہ بار ہجر اں اٹھاؤں کیونکر
میں تہمت ہجر نام اپنے ستارے گن گن لگاؤں کیونکر (7)

"دیوانِ غالب" کا پنجابی ترجمہ سب سے پہلے اسیر عابد نے کیا۔ انہوں نے غالب کے مکمل دیوان کا پنجابی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کی کتاب "دیوانِ غالب منظوم پنجابی ترجمہ" کے نام سے مجلس ترقی ادب لاہور سے 1987ء میں چھپی۔

اصل متن: نقشِ فریادی ہے کسی کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیراہن ہر پیکر تصویر کا
کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کالانا ہے جوئے شیر کا

ترجمہ: چتر چیکدا اے چترکار کیہڑے کھیکھن گنھیا وچ تحریر سائیں
چولے کاغذی ساریاں مورتاں دے بے وسیاں بے تقصیر سائیں
کارکار نہ پچھ اکلاپیاں دی پتھر جندنوں سک عذاب اندر
شاموں فجر اُڈیکدے کڈھ لئیے دودھ نہر پہاڑنوں چیر سائیں (8)

اسیر عابد نے علامہ اقبال کے اُردو کلام "بالِ جبریل" کا پنجابی ترجمہ "جبریل اڈاری" کے نام سے کیا۔ جو اقبال اکادمی پاکستان لاہور کے تعاون سے 1995ء میں چھپی تھی۔ اسیر عابد نے دیوانِ غالب میں رباعی اور ترجمے میں اردو فارسی ترکیب شامل نہیں کیا جبکہ اقبال کے ترجمے کے اندر ترکیبیں ویسی کی ویسی رکھی ہیں۔

اصل متن: گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر و شکار کر
عشق بھی ہو حجاب میں حُسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر

ترجمہ: کنڈلائیاں ہوئیاں زلفاں نوں کجھ ہور ذرا کنڈلا سجنا
عقلاں نوں جال پھسا سجنا: عشقاں نوں پھائیاں پا سجنا
کیہ عشق جے نچے گھنڈ پچھے، کیہ حسن جے مچے گھنڈ پچھے
یا اپنے مکھڑے توں گھنڈ لاہ یا میری سنگ ہٹا سجنا (9)

علامہ اقبال کی معیشت پر مبنی کتاب "علم الاقتصاد" کا پنجابی میں پہلی بار ترجمہ شریف کنجاہی نے "علم الاقتصاد پنجابی روپ" کے نام سے کیا۔ جو بزم لاہور کی جانب سے 1978ء میں چھپی۔

اصل متن: بعض حکماء کی یہ رائے ہے کہ علم الاقتصاد وسیع علم تمدن کا ایک جزو ہے اور چونکہ تمدنی زندگی کی عام صورتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس واسطے ان میں سے کسی ایک کا منفرد مطالعہ کرنا کچھ نتیجہ خیز نہ ہو گا۔

ترجمہ: کجھ سیانیاں دا اکھنا ایں جے مال ودیا اپنے توں وڈی رہتل دا اک رنگ اے تے رہتلی زندگی دیاں عام صورتاں اک دوجے نال رلیاں ہون کارن کسے اک دا نکھیڑ کے مطالعہ کرنا ایڈا کسے بنے لان والا نہیں ہووے دا۔(10)

زاہد حسین نے اپنے پنجابی ناول "عشق لتاڑے آدمی" کا اُردو ترجمہ "عشق کے مارے ہوئے" کے نام سے ۲۰۰۳ء چھپا۔ ہاشم شاہ کے مشہور قصے "سسی پنوں" کا ڈاکٹر انوار احمد اعجاز نے ۲۰۰۷ء میں نثری اُردو ترجمہ کیا جسے بُک ہوم لاہور نے شائع کیا۔

اصل متن:

نازک بیر ملوک سسی دے مہندی نال شنگارے
عاشق ویکھ بہے اک واری جیوں تنہاں پر وارے
بالو ریت تپے وچ تھل دے جوں بُھن بھٹھیارے
ہاشم ویکھ یقین سسی دا صدقوں مول نہ ہارے (11)

ترجمہ: سسی کے نرم و نازک پاؤں مہندی سے یوں سنگھارے ہوئے تھے کہ کوئی عاشق اگر انہیں ایک بار بھی دیکھ لیتا تو اپنی جان ان پر قربان کر دیتا جس طرح بھٹیارے کی بھٹی میں ریت تپتی ہے اسی طرح سے تھل مارو میں ریت تپ رہی تھی۔ ہاشم سسی کا صدق و یقین دیکھو کہ وہ پھر بھی حوصلہ نہیں ہار رہی تھی۔

(سسی پنوں معہ اُردو ترجمہ، ص 123)

"سوہنی مہینوال" کا ڈاکٹر انوار احمد نے اُردو نثری ترجمہ ۲۰۰۷ء میں کیا تھا۔ یہ کتاب بُک ہوم پبلشرز لاہور سے شائع ہوئی۔

اصل متن:

سوہنی رات شب قدر دی جنم لیا وچ پوتڑے عشق دے پائیو نیں
جیہڑی گڑھی ملی سارے عاشقاں نوں سوئی سوہنی سے مکھ لائیو نیں
جو کجھ شرح شریف دی بات آہی ملاں سدکے بانگ دیوائیو نیں
فضل شاہ سوہنی جہدی رون لگی ویکھ عقل تے ہوش بھلائیو نیں

ترجمہ: سوہنی نے شب قدر کی رات جنم لیا اس کو عشق کے کپڑے میں لپیٹا گیا جو گڑھتی سارے عاشقوں کو ملی تھی وہی سوہنی کے چہرے پر لگائی گئی شریعت کے مطابق مولوی کو بلا کر اس کے کان میں اذان دلوائی گئی۔ فضل شاہ پیدا ہوتے ہی سوہنی رونے لگی جس کی وجہ سے والدین نہات پریشان ہو گئے۔ (21)

ماجد صدیقی نے احمد فراز کے منتخب کلام کا "پرتاں" کے نام سے پنجابی میں ترجمہ کیا ہے۔ مکتبہ شعر و ادب سمن آباد لاہور سے شائع ہوئی لیکن کتاب پر سنِ اشاعت درج نہیں کی گئی۔ اس میں احمد فراز کی منتخب 27 غزلیں اور 15 نظمیں شامل ہیں۔

اصل متن:

اب کے بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ڈھونڈ اجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

ترجمہ:

اتیک بچھڑے اسیں تے شاید ملیے وچ خواباں دے
جنج سکے پُھل روپ گنوا کے دسن وچ کتاباں دے
جگ دے دُکھ وی سجناں دے دُکھاں وچ شامل کر لیئے
نشہ ودھدا اے جے ملن شراباں وچ شراباں دے (13)

اُردو سے پنجابی اور پنجابی سے اُردو میں تراجم میں اکادمی ادبیات اسلام آباد نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اکادمی ادبیات اسلام آباد کے زیرِ نگرانی شائع ہونے والی تصانیف ذیل میں ہیں۔

1. پیام باہو، حضرت سلطان باہو کے کلام کا اردو نثری ترجمہ ضمیر اظہر نے 1987 میں کیا.
2. ارشادات بلھے شاہ، اردو نثری ترجمہ ضمیر اظہر نے 1987 میں کیا.
3. کلام شاہ حسین، اردو نثری ترجمہ کیا ضمیر اظہر نے 1987 میں.
4. ہیر وارث شاہ نثری اردو ترجمہ کیا پروفیسر شریف کنجوہی نے جو دو حصوں پر مشتمل ہے. 1991ء میں لکھے گئے۔
5. جاگو جو گو. پنجابی ترجمہ منشا یاد نے 1992ء میں کیا۔
6. کلام شاہ عبد اللطیف بھٹائی کا اردو ترجمہ وقار رضوی اور ایاز قادری نے 1993ء میں کیا۔ یہ کتاب 4 جلدوں پر مشتمل ہے
7. جاٹ کی کرتوت پنجابی ناول کا اردو ترجمہ الطاف قمر نے 1994ء میں کیا۔
8. پیار دا پندہ کا پنجابی ترجمہ محمد آصف خان نے 1994ء میں کیا۔
9. پاکستانی کتابیات مزاحمتی ادب کا پنجابی ترجمہ مشتاق کنول نے 1995ء میں کیا۔
10. قصہ ہیر رانجھا کا پنجابی ترجمہ عبد الغنی شوق نے 1995ء میں کیا۔
11. ابیات فرید، اردو نثری ترجمہ شریف کنجوہی نے 2006ء میں کیا۔
12. کلام بلھے شاہ اردو ترجمہ اکادمی ادبیات پاکستان نے کیا 2008ء میں شائع ہوا۔

13. علامہ اقبال کی منتخب نظمیں پنجابی ترجمہ ڈاکٹر احسان اکبر 2017ء میں کیا۔

عسا کرِ پاکستان کے حوالے سے پنجابی سے اُردو تراجم کی خدمات بھی قابلِ ذکر ہیں۔ عسا کرِ پاکستان کی جانب سے ہونے والے تراجم میں من کے تار اور من میلہ از میجر سید ضمیر جعفری، صوبیدار محمد انور بسراء، نے حضرت بابا فریدؒ (اُردو ترجمہ معہ فرہنگ)، حضرت بابا بلھے شاہؒ (اُردو ترجمہ معہ فرہنگ)، کلام شاہ حسین (اُردو ترجمہ معہ فرہنگ)، سفر العشق سیف الملوک وبدیع الجمال (اُردو ترجمہ معہ فرہنگ)، کلام حضرت سید وارث شاہ: ہیر رانجھا (ترتیب و ترجمہ معہ فرہنگ)، کلام سلطان باہوؒ (ترجمہ معہ فرہنگ) اور مجموعہ کلام حضرت بابا بلھے شاہ کے تراجم کئے ہیں۔

اُردو سے پنجابی تراجم میں اہم نام ڈاکٹر انعام الحق جاوید کا بھی ہے انہوں نے پنجابی سے اُردو میں تراجم کئے ہیں جن میں خوش کلامیاں (مزاحیہ شعری مجموعہ)، خوش بیانیاں (مزاحیہ شعری مجموعہ)، بلھے شاہ منتخب اُردو تراجم، کلام شاہ حسین معہ اُردو ترجمہ، دل دریا سمندر ڈونگے (کلام سلطان باہو اُردو ترجم) شامل ہے۔

ترجمے ایک زبان کو دوسری زبان سے ایک زمانہ کو دوسرے زمانے سے ملاتے ہیں۔ اس کے ذریعے ہی ہم مختلف زبانوں کے افکار واقدار سے آشنا ہوتے ہیں، کوئی بھی زمانے اور علوم وفنون ترجمے کی اہمیت سے انکاری نہیں کیونکہ ترجمے کے ذریعے نئے رجحانات جدید اسلوب جنم لیتے ہیں، جہاں نئ ہیئتوں اور تکنیک سے جانکاری ہوتی ہے وہیں نئے اصناف سخن بھی سامنے آتے ہیں جیسے ناول، ڈراما، افسانہ جو انگریزی ادب سے تراجم کی وجہ سے ہی ہمارے ادب کی مقبول ترین اصناف ہیں۔
بقول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

> "نوزائیدہ اور ترقی یافتہ دونوں زبانوں میں علمی و فلسفیانہ ابلاغ و اظہار میں ترجمے بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ترجموں ہی کی مدد سے کوئی زبان ابتدا میں گرد وپیش کی زبانوں کا اثر وبقل کرتی ہے۔"(14)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر زبان ہر دور میں ترجموں کی محتاج ہے کیونکہ ہر زبان کے ادب میں ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اس کا تخلیقی عمل جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں تراجم اس کے لیے تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوتے ہیں۔ جب قوم افکار اور جمود کا شکار ہو جائیں تو ترقی کا رعمل رُک جاتا ہے۔ اس بحران سے نکلنے میں ترجمے معاون ہوتے ہیں۔ ترجموں سے ترقی یافتہ اقوام کے افکار و نظریات جمود شدہ معاشرے کے لیے تحرک کا باعث بنتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں۔

> "جب کسی معاشرے پر تہذیبی مُرونی چھائی ہو، تازہ ہوا کے دریچے بند ہوں، تخلیقی سوتے خشک ہو چکے ہوں تو پھر ترجموں کے ذریعے تخلیقی فضا بھی ہموار کی جاسکتی ہے۔"(15)

اسی طرح اس خیالات کا اظہار جیلانی کامران یوں کرتے ہیں۔

> "ترجمے کی اہمیت تہذیبی نشوونما کے لئے ضروری ہے کیوں کہ تہذیبیں ایک عرصے کے بعد اپنے سرچشموں کو خشک کر دیتی ہیں اور اپنے آپ میں سے پھر کوئی نئی شے پیدا نہیں کر سکتیں۔۔۔ اس بیماری کو ترجمے کا عمل دور کرتا ہے۔"(16)

ترجمہ کاری نہایت پیچیدہ اور مشکل تخلیق ہے۔ ترجمے کا فن محنت، معلومات اور زبان سے اعلیٰ درجے کی واقفیت چاہتا ہے۔ اس میں صرف متبادل الفاظ کو تلاش نہیں کیا جاتا بلکہ یہ افہام و تفہیم کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ترجمہ محض فن یا آرٹ کا نام ہی نہیں، یہ ایک سائنس ہے۔ جس میں نہایت غور و فکر اور ترتیب و تشکیل لازم شرط ہے۔ ترجمے میں اصل متن اور مصنف سے وفاداری لازم ہے۔

حوالہ جات

1. ظہیر احمد شفیق، مقالہ: "پنجابی ادب وچ ترجمے دی روایت"، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی پنجابی، (شعبہ پنجابی: پنجاب یونی ورسٹی2006ء)، ص56
2. فضل احمد فاروقی، گوہر نوشاہی (مرتب)، "پنجابی شکوہ"، (لاہور: پنجاب ادبی اکیڈمی، 1964ء)، ص23
3. عبدالمجید بھٹی (مترجم)، "ابیات سلطان باہو (منظوم ترجمہ)"، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان ،1965ء)، ص35،34
4. عبدالمجید بھٹی (مترجم)، "کلام بابا فرید (منظوم ترجمہ)"، (لاہور: پنجاب پرنٹنگ پریس، 1969ء)، ص119،118
5. خلیل آتش، "اقبال دیاں لمیاں نظماں"، (لاہور: بزم اقبال، 1977ء)، ص31
6. شفقت تنویر، "کُوک"، (اسلام آباد: پاکستان لوک ورثے کا قومی ادارہ، 1980ء)، ص151،150
7. ماجد صدیقی، "ترجمہ شاہ مراد"، (اسلام آباد: پاکستان لوک ورثے کا قومی ادارہ، 1980ء)، ص43،42
8. اسیر عابد، "دیوانِ غالب"، منظوم پنجابی ترجمہ، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1987ء)، ص33،32
9. اسیر عابد، "جبریل اڈاری"، (لاہور: اقبال اکادمی، 1995ء)، ص23
10. شریف کنجاہی، "علم الاقتصاد پنجابی روپ"، (لاہور: بزم اقبال، 1978ء)، ص17
11. انوار احمد اعجاز، ڈاکٹر، "سسی پنوں معہ اُردو ترجمہ"، (لاہور: بُک ہوم، 2007ء)، ص122
12. انوار احمد اعجاز، ڈاکٹر، "سوہنی مہینوال معہ اُردو ترجمہ"، (لاہور: فضل شاہ نواں کوٹی، بُک ہوم، 2007ء)، ص36,37
13. ماجد صدیقی، "پرتاں"، (لاہور: مکتبہ شعر و ادب، لاہور، س۔ن)، ص11
14. رسالہ، "نگار"، (کراچی، جنوری 1963ء)
15. روبینہ ترین، ڈاکٹر، "تحسین شعر"، (کاروان ادب، بار اول 1985ء)، ص14
16. جیلانی کامران، "تنقید کا نیا پس منظر"، (لاہور: مکتبہ ادب جدید)، ص122